طلبائے علم کے لئے خصوصی مقالہ

علمائے سلف کے اسفارِ علمیہ

مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی

گزشتہ سے پیوستہ

جہاں پیا ابن بطوطہ جب اسکندریہ پہنچا تو شیخ روزگار برہان الدین اخرج کے حضور میں بھی گیا۔ شیخ نے اثنائے ملاقات اس سے اپنے تین بھائیوں کو سلام پہنچانے کی فرمائش کی جی میں سے ایک فریدالدین نامی ہند میں تھے۔ دوسرے زین الدین سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے دوران سیاحت ان سب کو مقاماتِ مذکورہ میں پایا اور مشتاق بھائی کا سلام پہنچایا۔

اس زمانے میں سفر جن مصیبتوں سے ہوا کرتا تھا اور سیاحت میں جو صعوبتیں اٹھانی پڑتی تھیں وہ ذیل کے واقعے سے خیال میں آ سکتی ہیں۔

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک دفعہ میں جہاز سے اترا تو خرچ بالکل پاس نہیں رہا تھا دو میرے رفیق اور تھے ان کا بھی مضمون واحد تھا۔ ہم تینوں نے تین دن فاقے سے پیدل سفر کیا۔ آخر تیسرے دن ایک مقام پر کثرت ضعف نے تھکا کر گرا دیا۔ رفیقوں میں ایک بیچارہ بڈھا تھا وہ گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ ذرا دیر کے بعد ہم دونوں نے پھر ہمت باندھ کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا بڈھے کو دیکھا تو بالکل غافل تھا مجبوراً اس کو وہیں چھوڑا اور ہم آگے بڑھے تھوڑی دور چلے تھے کہ میرے حواس نے جواب دیا اور میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ رفیق بڈھے کی طرح مجھکو بھی راہ میں پڑا چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ حسن اتفاق سے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کو ایک کشتی نظر آئی جو قریب ہی ایک مقام پر مسافر اتار رہی تھی۔ یہ دیکھ کر اس نے اظہار مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑائی اس نشان بیچارگی کو دیکھ کر پانی پلایا۔ جب پانی پی کر اس کو تسکین ہوئی تو کہا کہ میرے دو رفیق اور اسی مصیبت کے مارے پیچھے چھٹ گئے ہیں ان کی خبر گیری ضرور ہے۔ مہربان مسافر یہ سن کر ہماری طرف آئے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی منہ پر پانی کے چھینٹے دے

☆ اعلم ان من اغتيابك فقد اهدى لك حسناته وحط من سيئاتك وجعلك مشهورا وهذه نعمة. ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہا تھا۔ جب مجھ کو ہوش آ گیا تو پانی پلایا۔ اس کے بعد ہم سب ملکر بے کس بڈھے کے پاس گئے اور اس کی بھی خدمت کی ۔ آخر ہم نے ایک مقام پر چند روز ٹھہر کر آرام کیا تب جان میں جان آئی ا۔ حیف ہمارے اسلاف ایسے اور ان کے اخلاف ایسے کہ ہمارے مقابلہ میں دنیا کی ساری قومیں علم وحکمت کی زیادہ قدر شناسی کی مدعی ہیں۔ اگر پچھلی ہمت کا ادنی اثر بھی ہم میں ہوتا تو آج امتحان مقابلہ ہمارے واسطے ایک مہیب مسئلہ قرار نہ پاتا اور ہر صیغے اور شعبے میں ہم رعایت کی ذلیل صدا بلند نہ کرتے جس طرف کان لگائے مسلمان طلبا اور اسلامیہ مدارس میں افلاس افلاس کی صدا بلند ہے۔ انصاف بالائے طاعت ست ۔ لاکھ افلاس سہی لیکن چقندر کے پتے اور جڑی بوٹی کھانے کا اتفاق تو نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ شوق اور ہمت نہیں ورنہ یہی کڑوے گھونٹ شربت کی طرح خوش گوار ہو جاتے اور ساری کڑی منزلیں آسان ہو جاتیں ۔

کتابوں کا لکھنا

چھاپے نے اس زمانے میں کتابوں کا وجود اتنا آسان کر دیا ہے کہ اب اس وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے جو اگلے زمانے میں کتابوں کے بہم پہنچانے میں پیش آتی تھی ۔ آج کل عمدہ سے عمدہ کتاب دام خرچ کرنے سے بلا دشواری مل سکتی ہے لیکن پہلے یہ بات کہاں تھی ۔ جو بھاری کام آب سیسے اور پتھر نے اٹھالیا ہے وہ اس وقت کے طلبہ کو خود کرنا پڑتا تھا۔ یعنی وہ اپنے واسطے کتابیں خود لکھتے تھے گویا چلنے کے واسطے ان کو سڑک بھی خود بنانا پڑتی تھی ۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ ابتدا جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے ۔ مجبور اعلامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلوں کے دوشنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی۔ پس ہفتے میں تین دن طلباء کتابیں لکھتے تھے۔ اور چار دن پڑھتے تھے۲۔ کثرت مشق اور رات دن کے لکھنے نے اگلے لوگوں کو تحریر پر ایسا قادر کر دیا تھا کہ اب ان کی حکایتیں مشکل سے باور ہوتی ہیں ۔

حافظ ابن فرات بغدادی نے جب وفات پائی تو کتابوں کے اٹھارہ صندوق چھوڑے جن کتابوں سے اٹھارہ صندوق بھر گئے تھے ان میں اکثر خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔ خوبی تحریر کی سند اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ان کی لکھی ہوئی کتابیں صحت نقل اور جودت ضبط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں حجت اور سند خیال کی جاتی تھیں ۳۔ سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سر منبر کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں ہے۴۔ جن قلموں سے انہوں ۵ نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے۔ جب وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ غسل کا پانی اسے تراشے سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ان کے غسل کا پانی اسی پاک ایندھن سے گرم ہوا ۶۔

حضرت یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ۷ ابو اسامہ کوفی نے ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی تاہم سلسلہ تحریر آخر عمر تک قائم رہا۔ ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے جب اشعار عرب مدون کئے تو کچھ اوپر اسی قبائل کا کلام تھا۔ ایک قبیلے کا کلام شائع کر چکتے تو اس کے شکرانے میں ایک نسخہ کلام اللہ کا لکھ کر مسجد میں پہنچا دیتے۔ اس طرح اسی سے زیادہ نسخے کلام پاک کے انہوں نے لکھ کر وقف کر دیئے ۸۔ بعد وفات امام ابو جعفر طبری کی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو ابتدائے شباب سے یوم رحلت تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط پڑا اور عام تحریر کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ورق یومیہ ہوئے ۹۔ حکیم ابلمظفر مصری کے حال میں علامہ ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں۔ عجیب تر یہ بات ہے کہ ان کے کتاب خانے میں ہزاروں کتابیں ہر فن کی تھیں۔ مگر کوئی کتاب کسی فن کی ان کے یہاں ایسی نہیں ملتی۔ جس پر خود ان کے قلم کی کچھ نفیس و نادر باتیں فن کتاب کے مناسب لکھی ہوئی نہ ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنی آنکھ سے بکثرت طب اور دیگر فنون کی کتابیں حکیم مذکور کے کتاب خانے کی دیکھی ہیں جن پر ان کا نام اور فوائد متفرقہ متعلق کتاب درج تھے ۱۰۔ قوت تحریر پر واقعہ ذیل بھی عمدہ شاہد ہے۔ مفتی قسطنطنیہ ابو سعود رومی نے بارہا ایک ایک دن میں ہزار ہزار رقعوں کا جواب لکھ ڈالا جن میں سے ایک بھی خوبی اسلوب اور حسن معنی سے گرا ہوا نہیں ہوتا تھا ۱۱۔

توجہ کامل اور شوق طلب

اس عنوان کے ضمن میں جو واقعات آگے مذکور ہوتے ہیں ان میں آپ علماء کو زندگانی کی مختلف سختیوں میں پائیں گے۔ کسی کو سرد ملک میں شب کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھیں گے۔ کوئی بزرگ شدت

☆اخلص توحیدک لربک ینشرح صدرک فیقبل صفاء توحیدک ونقاء اخلاصک تکون سعادتک.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرما کے باعث پانی کے ایک بڑے ظرف میں بیٹھے ملیں گے۔کوئی عالم آپ کو بوریئے پر دراز نظر آئیں گے۔کوئی اپنے جانی دشمن حاکم وقت کے خوف سے صحرا میں روپوش ملیں گے۔کسی کے دل میں ''العشق نار تحرق ماسوی المطلوب ''،کا جلوہ دکھائی دے گا۔غرض مختلف گرم وسرد حالات جو ایک انسان پر گزر سکتے ہیں۔ان پر آپ گزرتے دیکھیں گے لیکن ہر حال میں آپ ان کے دل کو اطمینان سے اپنے مطلوب (یعنی علم) کی طلب میں مشغول پائیں گے اور واقعات ثابت کریں گے کہ یہ حوصلہ فرسا حوادث ان کے دلوں کو علم کی جانب سے تفرقہ پیدا کرنے میں قاصر تھے۔بعض صورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ وہ بظاہر ایک کام میں مصروف ہیں مگر قلب ان کا علم کی جانب ہے۔کوئی حکیم سو سو مرتبہ ایک ایک کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔کسی فقیہ کے زیر مطالعہ ایک ایک کتاب پچاس پچاس برس رہی ہے۔ان تمام واقعات سے ان کی توجہ کامل اور ماسوائے بے نیازی کا پورا پتہ ملے گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حصول کمال کی جانب جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور سے مائل نہ کر دے کمال حاصل ہو نہیں سکتا۔اس زمانے کے مسلمان بھی مدارس کے حجروں میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر کمال تو بڑی چیز ہے اس کا کوئی شمہ بھی ان میں نظر نہیں آتا۔کوئی اس کے اسباب کچھ ہی بتائے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صرف توجہ اور ہمت کا تفاوت ہے۔اگر ہم وہی توجہ پیدا کر لیں تو وہ کمالات پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔آیہ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی کوشش کا پھل پاتا ہے۔جو کتابیں علماء کے حالات میں طبقات کے طور پر لکھی گئی ہیں ان پر نظر غائر ڈالی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ جتنا طبقہ بہ طبقہ جہد طلب میں تفاوت آتا گیا اسی قدر درجہ بدرجہ کمالات علمیہ میں تنزل ہوتا گیا۔سلک الدرر میں (جو بارہویں صدی کے علماء کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ہے) ایک بھی عالم پانچویں یا چھٹی صدی کے علماء کے مثل نظر نہیں آتا۔اس کے ساتھ ہی بارہویں صدی کے ایک عالم کی بھی جہد طلب پانچویں یا چھٹی صدی کے علما کی جانفشانی کے مشابہ نہیں۔اگر ہم سلک الدرر کے کسی عالم کے حالات ان حالات کے مثل پائیں جو ابن خلکان یا نزہۃ الالباء کے علما کے ہیں اور پھر دیکھیں کہ ویسے کمال کو اول الذکر نے نہیں پایا تو بے شک ہم کو توجہ اور شوق کے سوا کسی اور سبب کے تلاش کی ضرورت پیش آئے گی۔لیکن جب ہم ہمتوں کا تفاوت پاتے ہیں تو پھر رفع الزام کے لئے اور اسباب کا پیدا کرنا روش حق سے بعید ہے۔

☆کن شجاعا قوی القلب ثابت النفس لدیک ھمۃ وعزیمۃ ولا تغرک الزوابع والا راجیف.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیال بالا کو واقعات ذیل سے ملایئے اور اس طرح اس کی صحت یا غلطی خود بخود منکشف ہو جائیگی۔ کمال توجہ کا اظہار فارسی کی اس مثل میں کیا گیا ہے۔...... دل بہ یار رو دست بکار...... امام دارقطنی ایک مرتبہ ابتدائے سن میں اسمعیل صفار کی مجلس املا میں حاضر تھے۔ شیخ تو املا میں مصروف تھے اور یہ ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے۔ ایک شخص ان کی بے توجہی دیکھ کر جھنجلایا اور کہا کہ تم نقل کتاب میں مشغول ہو پھر تمہارا سماع کس طرح قابل وثوق ہوسکتا ہے۔ دارقطنی نے یہ اعتراض سن کر کہا سماع سماع میں فرق ہوتا ہے۔ تم تو ہمہ تن متوجہ ہو کر سن رہے ہو۔ بتلاؤ تو شیخ نے اب تک کتنی حدیثیں روایت کی ہیں۔ معترض کو مجموعی تعداد کا خیال نہ تھا لہذا اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ دارقطنی نے کہا کہ اٹھارہ حدیثیں اس وقت تک املا ہوئی ہیں۔ پہلی کا یہ متن ہے یہ اسناد۔ دوسری کا یہ متن ہے۔ یہ اسناد غرض اسی طرح وہ ساری حدیثیں سنا دیں۔ حاضرین ان کا یہ ضبط دیکھ کر دنگ رہ گئے[۱۲]۔

ایک مرتبہ دو شیخ خراسان سے مکہ مکرمہ میں آئے اور حرم محترم کے دو جانب بیٹھ کر انہوں نے ایک ہی وقت میں روایت حدیث کی۔ دونوں کے سامعین اور مستملی جدجدا تھے۔ حافظ کبیر اثرم دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ اور دونوں کا بیان برابر لکھتے رہے۔ بے شک یہ توجہ کی یک سوئی کا کرشمہ تھا جس نے ایک سامع کو دو سامعوں کی قوت دیدی۔ بہت سے حاضرین مجلس ایسے ہوتے ہیں کہ سب کچھ سننے کے بعد بھی ان کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا سنا اور کم توجہی ان کو نزدیگان بے بصر کا خطاب دلاتی ہے[۱۳]۔ علی بن الحسن راوی ہیں کہ ایک شب میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آنے کو حضرت عبداللہ بن المبارک کے ساتھ ساتھ اٹھا اس رات کو سردی کی بہت شدت تھی۔ دروازے پر پہنچ کر ابن المبارک نے ایک حدیث کا ذکر چھیڑا۔ جب وہ فرما چکے تو میں نے اس کی نسبت کچھ کہا میرے بعد پھر انہوں نے کچھ بیان کیا غرض اسی طرح سلسلہ کلام جاری تھا کہ فجر کی اذان ہوئی اور ہم دونوں مسجد لوٹ آئے[۱۴]۔ حافظ حدیث حمیدی میورقی جزیرہ میورقہ[۱۵] میں پیدا ہوئے شام وعراق میں علم حاصل کیا اور بغداد میں آ کر رہے۔ گرمیوں میں جب شب کو لکھنے بیٹھتے اور گرمی ایذا پہنچاتی تو ایک بڑے سے ظرف میں پانی بھرتے اور اس کے اندر بیٹھ کر لکھتے[۱۶]۔

ابوعمرو بن العلاء (امام ادب) ایک زمانے میں سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے صحرائے عرب میں بھاگے پھرتے تھے۔ ادھر تو جان کے لالے پڑ رہے تھے۔ ادھر اس علامہ ادب کو یہ تلاش تھی کہ آیا لفظ فرجہ (بمعنی کشائش) بالضم ہے یا بالفتح ایک روز اثنائے بادیہ پیمائی میں ایک قابل کو انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ شعر پڑھتے سنا

ربما تجزع النفوس من الاهل   فَرجَةٌ کحل العقال

فرجہ کو اس نے زبر سے ادا کیا۔ یہ شعر پڑھ کر وہ بدوی ابوالعلا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا سنتے ہو۔ ظالم حجاج مر گیا۔ ابوالعلا کہتے ہیں کہ مجھ کو اس وقت یہ تمیز نہ ہو سکا کہ آیا میں کس بات سے زیادہ خوش ہوا۔ لفظ فرجہ کی صحت ہو جانے سے یا اپنے عدوئے جانی کی خبر وفات پانے سے۔ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شیفتہ علم کے نزدیک ایک ایک علمی مسئلہ جان کے برابر عزیز تھا۔ اسی کی بدولت ابوالعلا کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا کہ امام فن قرار پائے۔ **جو لوگ اپنی جسمی آسائشوں کو بھی علم پر قربان نہ کر سکیں وہ کیا شان حاصل کر سکتے ہیں**۔ اب مدرس بہت مدارس بہت لیکن شوق و ہمت نایاب اس لئے ہماری علمی محفلوں میں ہر طرف سناٹا سا ہے ۱۷۔

ابو عبید بن سلام نے ایک بار اپنے تلامذہ سے کہا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب غریب الحدیث کی تصنیف میں صرف کئے ہیں۔ اکثر فوائد مجھ کو لوگوں سے باتوں باتوں میں ہاتھ لگ جاتے تھے اور میں ان کو موقع موقع سے اس کتاب میں درج کرتا جاتا تھا۔ ان فائدوں کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجھ کو حاصل ہوتی کہ میں ساری ساری رات فرط مسرت سے جاگتا رہتا۔ تم چار پانچ مہینے بھی میرے پاس آ کر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے۔ ۱۸

حضرت امام زہری کا مطالعہ کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ بی بی کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش شوہر کے دل میں ہو۔ ایک روز بگڑ کر کہا۔ **واللہ لھذہ الکتب اشد علی من ثلث ضرائر**۔ یعنی قسم ہے رب کی یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں ۱۹۔ امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد امام مزنی نے اپنے استاد کی کتاب الرسالہ کا پچاس برس مطالعہ کیا اور وہ خود ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعے میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے ۲۰۔

ارسطو کی کتاب النفس کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس پر حکیم ابونصر فارابی کے قلم کی یہ عبارت تھی انی قرات ھذا الکتاب ماۃ مرۃ یعنی میں نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے ۲۱۔

شیخ الرئیس کے مطالعے کی بھی ایک حکایت قریب قریب اس کے ہے جس کو شیخ نے خود بیان کیا ہے کہ ایام طالب علمی میں جب میں نے کتاب "مابعد الطبیعة" کا مطالعہ شروع کیا تو مطلقاً وہ میری سمجھ

☆ابسط وجھک للناس تکسب ودھم ولن لھم الکلام یحبوک وتواضع لھم یجلوک ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نہیں آئی اور نہ واضح فن کی کوئی غرض مفہوم ہوئی انتہا یہ ہے کہ چالیس مرتبہ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ عبارت تو برزبان ہوگئی لیکن مدعا نے اپنی جانب سے مایوس کردیا: گویا

......مدعا عنقا تھا اس کے عالم تقریر کا......

اتفاقاً اسی عرصے میں ایک روز عصر کے وقت کتاب فروشوں میں میرا گذر ہوا۔ وہاں ایک شخص ایک کتاب لایا اور مجھ سے کہا کہ یہ کتاب فن مابعد الطبیعۃ میں ہے آپ لے لیجئے۔ چونکہ میں اس فن کو بے معنی خیال کرچکا تھا۔ اس لئے خریداری سے انکار کردیا۔ دلال نے منت کی اور کہا کہ کتاب سستی ہے صرف تین درہم قیمت ہے اور مالک ضرورت مند۔ میں نے اس کے اصرار سے مجبور ہوکر کتاب لے لی۔ خریدنے کے بعد کھول کر دیکھی تو ابونصر فارابی کی تصنیف نکلی جس میں مصنف نے اغراض کتاب مابعد الطبیعۃ سے بحث کی تھی۔ میں خوش خوش مکان پر آیا اور اس کے مطالعے میں مصروف ہوا۔ اصل کتاب چونکہ پہلے سے ازبر تھی اس لئے نوخرید کتاب کے پڑھتے ہی سب مشکلیں آسان ہوگئیں ۲۲۔ ابوالعباس ثعلب نے بغداد میں اسحٰق موصلی کے کتاب خانے میں ایک ہزار جزفن لغت کے دیکھے جوسب کے سب اسحٰق کی سماع میں آچکے تھے ۲۳۔ مولانا حمادالدین رومی نے ایک رات طلبہ کے حجروں میں مخفی طور پر گشت کیا۔ ایک طالب علم کو دیکھا کہ تکیے سے لگا ہوا مطالعہ کتاب میں مصروف ہے۔ دوسرے کو دیکھا کہ دوزانو مستعد بیٹھا ہے کتاب زیر مطالعہ ہے اور موقع موقع سے کچھ لکھتا بھی جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر تجربہ کار استاد نے اول کی نسبت کہا **انہ لا یبلغ درجۃ الفضل** ۲۴۔ دوسرے کی نسبت فرمایا۔ **سیحصل الفضل ویکون لہ شان** ۲۵۔ **فی العلم** .... تجربہ نے ثابت کردیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی ۲۶۔ یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ امام زہری ہوں یا امام مزنی حکیم فارابی ہوں یا شیخ اویس ان کے علمی کمالات کی اصل بنیاد یہی مطالعے کی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سوسو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے اب مطالعہ معدوم لہٰذا علمیت معلوم۔ بیدرد ہیں وہ لوگ جوان بزرگوں کی جاں کاہیوں کو نظر انداز کرکے ان علمی کمالات کو محض اس زمانے کے آثار کا ثمرہ بتاتے اور اپنے زعم باطل میں اپنے لئے ایک عذر تراشے ہیں۔ اگر ابونصر یا شیخ الرئیس کی سی جانفشانی آجکل کے مسلمان کریں تو ضرور ان کے برابر ہوسکتے ہیں۔ بلکہ اگر جاں فشانی کوان کی جانکاہی سے بڑھادیں تو ان سے بڑھ کر ہوسکتے ہیں۔ علم وحکمت کچھ نبوت نہ تھی جو کسی ذات پر ختم ہوگئی اور ہم پر یہ ایمان لانا واجب ہوگیا کہ فارابی اور شیخ کمالات علمیہ کو ختم کرگئے۔

☆ادفع بالتی ھی احسن [illegible] ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیض روح القدس از باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ابوالبرکات طبیب مشہور ابتدا میں موسوی ملت کے پیرو تھے اس عہد کے استاد طب ابوالحسن کی یہ آن تھی کہ وہ منکرین حضرت مسیحا کو طب نہیں پڑھاتے تھے۔ابوالبرکات ان کے پاس گئے لیکن ناکام واپس آئے۔اس طرف سے جب مایوس ہوئے تو شوق نے ایک اور راہ بتلائی یعنی انہوں نے دربان کو ملایا اور درس کے وقت دروازے میں چھپ کر بیٹھے رہنے کی اجازت لے لی ۔

نخواہم دادِ دربانِ ترا بہر درون زحمت

پسندست ایں کہ گاہے بینم آں دیوار بیروں را

سال بھر کامل اسی طرح باکمال استاد کی تعلیم کا فیض حاصل کرتے رہے ۔ایک روز کسی مسئلہ میں الجھاؤ پڑ گیا اور کسی طرح گتھی نہ سلجھی ۔آخر چھپے رستم ابوالبرکات جسارت کر کے نکل آئے اور کہا کہ اجازت ہو تو کچھ میں بھی عرض کروں۔استاد نے اجازت دی اور انہوں نے اس کو جالینوس کے قول سے حل کر کے کہا کہ فلاں روز یہ قول آپ ہی نے نقل فرمایا تھا۔ابوالحسن نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے میرا بیان کیوں کر سنا۔انہوں نے صورت حال گزارش کی ۔حکیم موصوف کے دل پر ان کے شوق کا گہرا اثر پڑا اور اعتراف کیا کہ ایسے طالب کو محروم رکھنا حلال نہیں۔چنانچہ اسی روز ابوالبرکات کو شامل درس کر لیا[۲۷]۔

خطیب تبریزی شارح حماسہ کو ایک کتاب لغت ابوالمنصور کی تصنیف ملی جو کسی چھوٹی جلدوں میں تھی۔اس کے مطالب حل کرنے وہ اپنے شہر کے ایک عالم لغت کے پاس گئے۔عالم موصوف نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ ابوالعلاء معری کے پاس چلے جاؤ۔خطیب نے ان اجزا کو ایک تھیلے میں بھر کر پشت پر ڈالا اور پیادہ پا تبریز سے معرہ (واقع ملک شام قرب حماۃ) کو چل کھڑے ہوئے۔راستے میں اس کتاب کی جلدیں پسینے سے ایسی نمناک ہو گئی تھیں کہ بغداد میں لوگوں نے دیکھیں تو گمان کیا کہ پانی میں بھیگ گئی ہیں۔غرض اسی حال میں معرہ پہنچے اور ابوالعلاء کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی مشکلات حل کیں[۲۸]۔

علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنے عم مکرم رشیدالدین طبیب کی طالب علمی کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ہم اس کو زمانہ ماضی کے طرز طالب علمی اور طریقہ کسب علوم ظاہر کرنے کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں ۔رشیدالدین نے اولاً کلام اللہ تمام ضروری مراتب کے لحاظ کے ساتھ حفظ

☆من اعظم ابواب السعادة دعاء الوالدين فاغتنمه بيرهما ليكون لك دعاؤهم حصنا حصينا من كل مكروه. ☆

© rasailojaraid.com

کیا۔حفظ کلام پاک سے فارغ ہوکر فن حساب کی تحصیل کی۔حساب کے بعد فن طب پڑھنا شروع کیا۔مصر کے رئیس الاطباان کے والد کے دوست تھے۔اس لئے رشیدالدین کوانہوں نے خود طب شروع کرائی اور جالینوس کے سولہ رسالے پڑھائے جن میں سے چندابتدائی لفظ حفظ کئے گئے۔ان رسالوں کورئیس الاطباء سے پڑھ کردیگراساتذہ فن سے سبق لینے لگے۔نری کتاب خوانی پر قناعت نہ تھی بلکہ سبق سے فارغ ہوکر بیمارستان (شفاخانہ) جاتے اوروہاں کے مریضوں کودیکھ کر معالج اطباء نے جومرض تشخیص اورعلاج تجویز کیاہوتا اس کو سنتے اسی ضمن میں فن کحال (آنکھ بنانا) سیکھا اوراس کا عمل نفیس الدین سے (جوبیمارستان میں اسی صیغے کے افسراعلی تھے) حاصل کیااور جراحی کی مشق بھی شفاخانہ مذکور میں کی۔فن طب کے ان مشاغل کے ساتھ اورعلوم سے بھی وہ بے خبر نہ تھے۔ادب اورفلسفہ عبداللطیف بغدادی سے اور منطق کاایک سبق علوم حکمیہ کے استادسدیدالدین منطقی سے پڑھتے ابومحمد جعفری سے فن نجوم اورابن الدیجور سے فن موسیقی حاصل کرتے۔بیس برس کی عمر میں شام پہنچکرانہوں نے مطب شروع کردیا۔باایں ہمہ طب رضی الدین سے پڑھتے رہےاوروہاں کے مشہور ادباء سے ادب۔اتفاقاً ان کے استادعبداللطیف بغدادی بھی وہاں پہنچ گئے توان سے فلسفہ کامشغلہ پھرجاری کردیا۔اس جانفشانی کا یہ نتیجہ ہواکہ ہنوزان کاسن پچیس برس کانہواتھاکہ طب میں ان کو نمودحاصل ہوچلی اورمذکورہ بالاعلوم کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔علاوہ ان علوم کے رشیدالدین زبان ترکی اورفارسی میں بھی ماہر تھے۔بلکہ فارسی میں شعربھی کہتے تھے۔حکایت بالاسے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگلے اطباء اس فن شریف کے تمام شعبے حاصل کرتے تھے اورآجکل کے اطبا کی طرح ان کا علاج دوسروں کے بھروسے پرنہیں چلتا تھا۲۹۔امام طبرانی کی وسعتِ معلومات دیکھ کرایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کاعلمی خزانہ اس قدر مالامال کیوں کرہوا؟توامام ممدوح نے فرمایا کہ جان عزیز تیس برس میری کمر نے بوریئے کے سوااورکسی بستر کالطف نہیں اٹھایا۳۰۔

امام ادب ثعلب ناقل ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی ہرمجلس لغت وادب میں موجود پاتاہوں۳۱۔امام رازی کوتاسف ہوتاتھاکہ کھانے کاوقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتاہے۔چنانچہ وہ فرمایاکرتے تھے کہ **واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز**۔یعنی خدا کی قسم مجھکو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پرافسوس آتاہے کیونکہ فرصتِ وقت بہت عزیز چیز ہے۔

☆اقبل الناس علی ماھم علیہ [illegible] سنة الله فی الناس والحياة.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در بزم وصال تو بہنگام تماشا نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد

امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ ان پر علوم کے راز کھلتے اور نہ ان کو کوئی امام کہتا ۳۲۔ محویت شوق کا یہ لطیفہ بھی قابل سننے کے ہے ادیب مشہور ابو محمد ﷺ اعرابی اپنے چہرے پر روغن مل کر آفتاب کے سامنے بیٹھا کرتے تھے تا کہ ان کا رنگ بدویوں کی طرح کالا ہو جائے اور اعرابی کا لقب ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں سے ان پر صادق ہو۔ چنانچہ میدان طلب میں ان کو یہ سرخ روئی حاصل ہوئی کہ اسود کا خطاب مل گیا اور آج تک اسی لقب سے وہ تاریخ میں مشہور ہیں۔ فدائیان شوق کا یہ بھی ایک رنگ ہے ۳۳۔ مولانا خسرو سلطان محمد خاں فاتح قسطنطنیہ کے وقت میں نہایت باوقار اور عہدہ قضا پر ممتاز تھے۔ اگر چہ بہت سے خدام ان کی خدمت میں تھے تاہم مطالعے کے کمرے میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے چراغ روشن کرتے اور آتش خانے میں آگ سلگاتے ۳۴۔ اسحٰق بن سلیمان طبیب سو برس کے ہو کر فوت ہوئے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ مدت العمر انہوں نے شادی کی۔ آخر عمر میں ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کے دل میں اولاد کی تمنا ہے۔ تو اس دانا حکیم نے جواب دیا کہ اپنی کتاب حمیات کے ہوتے ہوئے اولاد نہ ہونے کا کبھی خیال بھی مجھ کو نہیں آتا۔ ۳۵

امام یحییٰ ناقل مؤطا مدینہ منورہ میں ایک روز امام مالک کے درس میں حاضر تھے کہ غوغا اٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے اس آواز کے سنتے ہی سارے طلباء درس چھوڑ کر بھاگ اٹھے مگر یحییٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یحییٰ! تمہارے ملک اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ ان کے دل میں اور ہی خیال بس رہا تھا۔ جواب دیا کہ حضرت! اندلس سے میں آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہوں ہاتھی دیکھنے کے واسطے بے خانماں نہیں ہوا۔

بنسبتِ دیدۂ مجنوں زخویش و بیگانہ

چہ آشنا نگہے بود چشمِ لیلیٰ را ۳۶

ابو بکر بن بشار ادب کے مشہور امام بغداد میں شاہزادوں کے اتالیق تھے۔ ایک روز قصر خلافت کو جاتے ہوئے نخاس سے گزرے وہاں ان دنوں ایک جاریہ آئی ہوئی تھی جس کے حسن اور سلیقے کا سارے بغداد میں شہرہ تھا۔ ابن بشار اس کو دیکھ کر مفتون ہو گئے۔ جب دار الخلافہ میں پہنچے تو خلیفہ نے پوچھا کہ

☆لا تعش في المثاليات بل عش واقعك فأنت تريد من الناس مالا تستطيعه فكن عادلا. ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج دیر میں کیوں آئے۔انہوں نے ماجراعرض کیا۔یہ سن کر خلیفہ نے در پردہ خدام کو حکم دیا کہ وہ جاریہ خرید کر ابن بشار کے مکان پر ان کے پہنچنے سے پہلے پہنچادی جائے۔جب علامہ ممدوح مکان پر واپس آئے تو جاریہ کو بیٹھا پایا۔دریافت کیا تو حال معلوم ہوا۔اس کو تو انہوں نے بالاخانے پر بھیجدیا اور خود وہیں بیٹھ کر ایک علمی مسئلہ پر (جس کی تحقیقات میں وہ ان دنوں مصروف تھے) غور کرنے لگے طبیعت تو اور ہی طرف لگ رہی تھی الجھنے لگے۔قلب کا یہ رنگ دیکھ کر ابن بشار نے خادم کو آواز دی اور کہا کہ اس شہر آشوب کو لے جا کر واپس کر آؤ۔میرے دل میں اس کی اتنی قدر نہیں ہے کہ میرے خیال کو علم سے پھیر لے۔چنانچہ خادم گیا اور جاریہ کو واپس کر آیا[۳۷]۔

حفظ واستحضارِ علمی

ایک مشہور مقولہ ہے کہ.....علم سینہ بہ از علم سفینہ.....علماء کا ایک دور تھا جب کتاب کا وجود بھی مسلمانوں میں نہ تھا۔جو کچھ استادوں سے پڑھتے اور سیکھتے صفحہ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا۔یہاں تک کہ کاغذ و قلم کی مدد کو وہ عار سمجھتے تھے۔چنانچہ بعض علمائے سلف فخر یہ یہ بیان کرتے کہ ہم نے کبھی سپیدی پر سیاہی کے دھبے نہیں ڈالے۔گویا ان کے دماغ کتاب خانے تھے جن میں علمی مسائل خوبی اور خوش اسلوبی سے چنے ہوئے تھے۔اسی قوت حافظہ کی وجہ سے اس زمانے میں تعلیم کا طریقہ املا کے طرز پر تھا۔حق یہ ہے کہ جیسے اساتذہ فن اس روش تعلیم نے پیدا کئے وہ کتاب خوانی سے پیدا نہ ہوسکے۔ **جتنے فن آج اسلام میں مدون ہیں ان کے رؤسا و کملا اس عصر میں ملیں گے جب طریقہ املا رائج تھا۔متاخرین کا سرمایہ فخر حاشیہ و شرح نویسی ہے**۔متقدمین کو مجتہدانہ قوت پر ناز تھا ان بزرگوں کے حفظ واستحضار علمی کے واقعات دیکھ کر یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیسی شاقہ محنتیں وہ علوم کی تحصیل☆ میں برداشت کرتے ہوں گے۔ان حکایتوں پر اپنی حالت کو قیاس کر کے بدگمانی کی نظر ڈالنا آئین حق سے بعید ہے۔یہ ظاہر ہے کہ انسان کے تمام قویٰ مشق اور کثرت کار سے ترقی کرتے ہیں اور ترقی کی کوئی حد معین نہیں آئندہ دورانِ بیان آپ کو ایسی حکایتیں ملیں گی جن کو معتبر مورخین نے چشم دیدہ لکھا ہے یا دوسری عینی شہادت کو نقل کیا ہے۔بعض ائمہ ثقات نے اپنے حالات خود نقل کئے ہیں۔ان حالتوں میں میری رائے ناقص

☆عن حیاة البساطة وایاك والرفاهیة والاسراف والبذخ فكلما ترفه الجسم تعقدت الروح. ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کسی شک وشبہ کی گنجائش بہت کم رہتی ہے۔رفتہ رفتہ کتابیں تصنیف ہوئیں ان پر اعتماد بڑھا اور قوت حافظہ بیکاری کی وجہ سے مضمحل ہوتی گئی جو علم متقدمین کے دماغوں میں تھا وہ متاخرین کے کتاب خانوں میں آ کر ٹھہرا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اگلوں کے حالات پچھلوں کے قیاس سے بھی باہر معلوم ہونے لگے۔غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متقدمین کی قوت علمیہ کو ان تین ذرائع سے بہت مدد ملتی تھی۔اولاً حفظ ثانیاً کتابوں کا اپنے ہاتھ سے لکھنا ثالثاً کثرت مطالعہ۔متاخرین سے رفتہ رفتہ یہ سب سلب ہوگئے۔حفظ کو کتابوں کی تصنیف نے باطل کردیا اور تحریر کتابوں کی کثرت سے فضول ہوگئی اور اس زمانے میں جب کہ مطابع کتابوں کے وجود سے دنیا کو مالا مال کررہے ہیں۔کتابوں کی نقل کرنی تضیع اوقات سے زائد نہیں خیال کی جاسکتی۔ایک مطالعہ باقی تھا اس کو ہمارے زمانے میں اس طرز تحشی نے بالکل غارت کردیا جواب بدقسمتی سے رائج ہوگیا ہے۔ضمائر کے مرجعے۔اشاروں کے مشارالیہ ہندسوں کی مدد سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔قریبا ہر ہر لفظ پر حاشیہ بلکہ حواشی نقل کئے جاتے ہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ طلبہ ان کتابوں کو خرید کر نہ مطالعہ کی محنت شاقہ اٹھاتے ہیں نہ اساتذہ کی تقریروں کو پورے طور سے قابو میں کرتے ہیں۔اسی اعتماد نے کہ ہماری کتاب میں سب کچھ لکھا ہے جب ضرورت ہوگی دیکھ لیں گے۔دماغی قوت کا بالکل ستیاناس کردیا۔

مجھ سے اس عہد کے ایک مشہور فاضل نے طالب علمی کا ایک قصہ بیان کیا کہ میر زاہد رسالہ پڑھنے کے وقت ہمارا یہ عالم تھا کہ جو رموز اور نکات استاد کی زبان سے نکلتے ہماری یہ کوشش ہوتی کہ دماغوں میں نقش ہو جائیں کیوں کہ اگر استاد کی زبان سے نکل کر دماغوں میں نہ ٹھہرتے تو پھر کہاں ملتی۔

غرض پڑھتے وقت استاد کے بیانوں کو پوری توجہ سے سن کر خیال میں رکھتے۔درس سے فارغ ہو کر ان کا خلاصہ لکھتے اور لکھے ہوئے کو یاد کرتے انہیں دنوں میں لکھنو یا کان پور سے رسالہ مذکور محشی ہو کر نکلا اور نکلتے نکلتے مدارس میں پھیلا اس کے خریدتے ہی طلبہ کی ہمت میں قصور آ گیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ جو استاد کی زبان پر ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے۔پھر جانفشانی بیکار ہے۔افسوس ہے کہ کتابوں

☆حافظ علی اذکار المناسبات فانها حفظ لك وصيانة وفيها من السداد والارشاد ما يصلح به يومك.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سب کچھ تھا مگران کے دماغوں میں کچھ بھی نہ آیا۔ جو کتابیں اگلے اساتذہ کو دیکھنے کو نہ ملتی تھیں آج وہ دکانوں میں بھری پڑی ہیں۔ لیکن علم کا قحط ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی مصنف جامع ترمذی (جو صحاح ستہ میں شامل ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے دو جز ایک شیخ کے روایت کردہ احادیث کے لکھے تھے حسن اتفاق اسی عرصہ میں خود وہ شیخ مجھ کو مل گئے۔ میں نے احادیث مذکورہ کی اجازت طلب کی اورانہوں نے میری استدعا قبول فرما کران احادیث کو سنانا شروع کردیا۔ مجھ کو خیال تھا کہ مذکورہ بالا دونوں جز میرے پاس ہیں۔ اب جو دیکھتا ہوں تو بجائے ان کے دوسادے جز میں نے غلطی سے رکھ لئے تھے مجھ سے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ وہی سادے جز ہاتھ میں لے کر شیخ کی حدیثیں سننے لگا۔ سوء اتفاق سے شیخ کی نظران اوراق پر پڑگئی اور بگڑ کر کہا کہ تم کو مجھ سے شرم نہیں آتی میں نے اصلی ماجرا بیان کیا اور کہا کہ جو حدیث آپ سناتے ہیں مجھ کو یاد ہوتی جاتی ہے۔ شیخ کو میرے قول کا اعتبار نہ آیا اور فرمایا سناؤ۔ میں نے سب سنی ہوئی حدیثیں لفظ بلفظ سنا دیں۔ ان کا شبہ اب بھی نہ گیا۔ اور کہا کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حدیثیں میرے سنانے سے پہلے تم حفظ کر چکے تھے۔ میں نے گزارش کی کہ اورنئی حدیثیں بطور امتحان روایت فرمایئے چنانچہ چالیس حدیثیں انہوں نے نئی سنائیں ان کو بھی میں نے فوراً دہرا دیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔ ۳۸ واقع بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مشق ان کے حافظہ کی قوت کو کیسا بڑھا دیتی تھی کہ غور سے سننا اور حفظ ہو جانا یہ دونوں عمل ان کے واسطے ایک ہو گئے تھے۔ داؤد ابن سمعہ نے ایک بار کہا کہ لوگ حفظ کے بارے میں ابوحاتم رازی اور ابوزرعہ کی نظیر دیا کرتے ہیں۔ میں نے واللہ قرطمہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اپنی کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کتابوں میں سے جس کو چاہو اٹھا لو میں حفظ سنا دوں گا۔ میں نے امتحاناً ایک کتاب اٹھا کر کہا۔ کتاب الاشربہ۔ میں نے اتنی تحریک کی تھی کہ ان کی قوت حافظہ کا چشمہ رواں ہو گیا اور ساری کتاب سنا دی ۳۹۔............................(جاری ہے)

☆وزع الاعمال ولا تجمعها في وقت واحد [illegible] لتكون عطاؤك جيدا.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱۔تذ ج ۲ صفحہ ۱۳۷
۲۔شق ۔ج ۱۔صفحہ ۳۰
۳۔تذ۔ج ۳۔صفحہ ۲۲۰
۴۔تذ جلد ۴ صفحہ ۱۳۸
۵۔یعنی شیخ ابن جوزی نے
۶۔تذ ج ۱۔صفحہ ۲۷۹
۷۔تذ ج صفحہ ۲۱۵
۸۔ابن ج ۱ صفحہ ۶۵
۹۔تذ ج ۲ صفحہ ۲۷۹
۱۰۔عیون ج ۲ صفحہ ۱۰۸
۱۱۔الفقر ۲۷۵
۱۲۔تذ ج ۳۔صفحہ ۲۰۰
۱۳۔تذ ج ۲۔صفحہ ۱۴۹
۱۴۔تذ ج ۱ صفحہ ۲۵۲
۱۵۔مجار کا واقعہ بحیرہ روم
۱۶۔تذ ج ۴ صفحہ ۱۸
۱۷۔نزہتہ صفحہ ۳۲
۱۸۔ابن ۔ج ۱ صفحہ ۴۱۹
۱۹۔ابن ج ۱ صفحہ ۴۰۱
۲۰۔ابن ج ۱ صفحہ ۳۱۱
۲۱۔ابن ج ۲ صفحہ ۲۷
۲۲۔عیون ج ۲ صفحہ ۴
۲۳۔ابن ج ۱ صفحہ ۹۶
۲۴۔یہ مرتبہ فضیلت کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا۔
۲۵۔یہ البتہ فاضل ہوگا اور شانِ علما حاصل کریگا۔
۲۶۔شق ج ۱ صفحہ ۳۵
۲۷۔عیون ج ۱ صفحہ ۲۷۹
۲۸۔ابن ج ۲۔صفحہ ۲۳۳
۲۹۔عیون ج ۲۔صفحہ ۲۴۸
۳۰۔تذ ج ۔۳۔صفحہ ۱۱۸
۳۱۔تذ ج ۲ صفحہ ۱۶۲
۳۲۔عیون ج ۲ صفحہ ۲۳
۳۳۔نزہتہ صفحہ ۳۷
۳۴۔شق ج ۱ صفحہ ۱۲۶
۳۵۔عیون ج صفحہ ۳۷
۳۶۔ابن ج ۲ صفحہ ۲۱۶
۳۷۔نزہتہ ۔صفحہ ۳۳۶
۳۸۔تذ ج ۲۔صفحہ ۲۰۹
۳۹۔تذ ج ۲۔صفحہ ۳۰۹

☆انظر الی من هو دونك فی الجسم والصورة والمال والبيت والوظيفة والذرية لتعلم انك فوق الوف الناس.☆

© rasailojaraid.com